فکر و نظر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قرآنِ مجید — اور پرویزی دستور!

محدث اگست ۸۳ء کے شمارہ میں ہمارا ایک مضمون بعنوان "یومِ آزادی کا اعلان — ہمارا دستور قرآن ہے!" فکر و نظر کے صفحات میں شائع ہوا تھا۔ جس کا ماحصل یہ تھا کہ موجودہ دور کی اسلامی تحریکوں اور مسلمان لیڈروں کا بنیادی نعرہ یہی ہوتا ہے کہ "قرآن ہمارا دستور ہے!" لیکن یہ بات صرف نعرہ کی حد تک ہے، جبکہ ان کے سیاست و ریاست کے نظریات میں قرآنِ مجید کو اسلامی مملکت کا دستور تسلیم نہیں کیا جاتا۔ لہٰذا قرآنِ مجید کو پاکستان میں فی الفور اس کی دستوری حیثیت ملنی چاہیے۔

قرآنِ مجید کی دستوری حیثیت پر زور دیتے ہوئے ہم نے سنتِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قرآنِ مجید کی واحد متعین تعبیر بھی قرار دیا تھا — اسی مضمون کے مندرجہ ذیل اقتباسات ملاحظہ ہوں:

۱۔ "خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور بعد کے ادوار میں اسلامی حکومتوں کا دستور و قانون قرآنِ مجید ہی تھا اور وہ اس کی آخری تعبیر سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پابندی کرتے ہوئے جملہ حدود و تعزیرات اور دیگر قانونی اقدامات اسی سے کرتے رہے۔ کسی دیگر قانون سازی کی ضرورت کبھی کسی نے محسوس نہیں کی!" (ص ۶، ۷)

۲۔ "فقہاء کے اجتہادات مختلف ہونے کی بناء پر فقہ کا متعدد ہونا سب کے نزدیک مسلّم ہے لیکن شریعت، جسے اسلامی مملکت کا دستور کہا جا سکتا ہے

صرف ایک ہے اور وہ کتاب وسنت ہے!" (ص ۹)

۳۔ "فقہی مسائل میں اختلاف کے باوجود کتاب وسنت کی دستوری حیثیت متاثر نہ ہونے کے سلسلہ میں بطورِ مثال حضرت عمرؓ کے دور کے اس واقعہ کا تذکرہ مناسب ہو گا جب انہوں نے حق مہر کو محدود کرنے کا ارادہ فرمایا...... الخ!" (ص ۱۰)

ان اقتباسات سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ ہم نے جہاں قرآنِ مجید کی دستوری حیثیت پر زور دیا تھا، وہاں سنتِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قرآنِ مجید کی واحد متعین تعبیر بھی قرار دیا تھا —— چنانچہ سطورِ بالا میں "کتاب وسنت کی دستوری حیثیت" کے الفاظ واضح طور پر موجود ہیں —— اور اس بات کی وضاحت ہم نے مابعد کے شمارہ ستمبر ۸۳ء کے صفحہ ۶، ۷ پر بھی بالتفصیل کی تھی۔

لیکن ہمارے اس مضمون پر "طلوعِ اسلام" کا تبصرہ قابلِ دید ہے۔ چنانچہ ستمبر ۸۳ء کے شمارہ، صفحہ ۷، ۵ پر "حقائق وعبر" کے عنوان کے تحت لکھا ہے:

"**صرف قرآن**: ماہنامہ محدث (لاہور) فرقہ اہلِ حدیث کا ترجمان ہے۔ اس نے اپنی اشاعت بابت اگست ۸۳ء کے اداریہ کا عنوان دیا ہے —— یومِ آزادی کا اعلان، ہمارا دستور قرآن ہے۔ اس کے بعد قریب ۶ صفحات پر اس کی وضاحت کی ہے اور پھر آخر میں کہا ہے کہ: "ہم صدرِ مملکت اور چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جناب جنرل ضیاء الحق سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ .... وہ یومِ آزادی کے موقعہ پر یہ اعلان فرمادیں کہ —— آج سے ہم قرآن کو اپنا دستور ماننے کا اعلان کرتے ہیں، اور ہماری جتنی بھی انفرادی، اجتماعی، حکومتی کوششیں ہوں گی وہ اس شجرِ اسلام کے فروغ کے لیے ہوں گی۔

یہی بات طلوعِ اسلام کہتا ہے تو اس پر یہی حضرات کفر کا فتویٰ چسپاں کر دیتے ہیں! یہ اس لیے کہ طلوعِ اسلام جو کچھ کہتا ہے اس پر قائم رہتا ہے۔ اور یہ حضرات ...... ؟ محدث نام ہی بتا رہا ہے کہ قرآنِ خالص کے کس قدر پابند ہیں!"

عام لوگوں کو یہ غلط فہمی ہے کہ مسٹر غلام احمد پرویز حدیث کے تو منکر ہیں، لیکن قرآنِ مجید کے قائل! ــــــ اور اس غلط فہمی سے یہ لوگ کافی فائدہ بھی اٹھاتے رہتے ہیں۔ چنانچہ کسی بھی ایسی تحریر کو، جس میں قرآنِ مجید کی اہمیت پر زور دیا گیا ہو، کانٹ چھانٹ کر کے اپنے حق میں استعمال کرنے اور اپنے فکر کی تائید میں پیش کرنے سے وہ کبھی نہیں چوکتے، اگرچہ اس کا انداز "وَاَنْتُمْ سُکَارٰی" کے ذکر کے بغیر "لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ" کا ہوتا ہے ــــــ "طلوعِ اسلام" کی مندرجہ بالا عبارت بھی انہی شعبدہ بازیوں کا ایک حصہ ہے، کہ اس نے ہمارے مذکورہ بالا اقتباسات سے صرفِ نظر کرتے ہوئے صرف آخری پیراگراف کا کچھ حصہ نقل کر کے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ "محدث" کا یہ اداریہ پرویزی فکر کی تائید میں ہے، جسے نرم سے نرم الفاظ میں بھی صحافتی بددیانتی کی ایک بدترین مثال قرار دیا جا سکتا ہے۔

طلوعِ اسلام نے لکھا ہے:

"یہی بات طلوعِ اسلام کہتا ہے تو اس پر یہی حضرات کفر کا فتویٰ چسپاں کر دیتے ہیں!"

حالانکہ اگر پرویز صاحب "یہی بات کہیں"، تو بخدا ہم انہیں گلے سے لگا لیں، لیکن مشکل یہ ہے کہ ہم تو کتاب وسنّت دونوں کو جزوِ ایمان سمجھتے ہیں جبکہ پرویز صاحب صرف حدیثِ رسولؐ ہی کا کھلم کھلا انکار نہیں کرتے، بلکہ قرآنِ مجید کے بھی ایسے منکر ہیں کہ آج تک کسی بڑے سے بڑے زندیق کو بھی ایسے انکار کی جرأت نہیں ہوئی۔ چنانچہ جو لوگ ان کے فکر سے واقف نہیں، ان کے لیے یہ ایک انکشاف ہو گا کہ اپنے الحادی فکر کے آرگن "طلوعِ اسلام" کی پیشانی کو "قرآنی نظامِ ربوبیت کا پیامبر" کے الفاظ سے مزیّن کرنے والا یہ شخص قرآن کو دستور ماننا تو کجا، قرآنِ مجید میں شریعتِ محمدیہ اور اسلامی نظام کے وجود تک کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں!

پرویزی کلام سے قرآنِ مجید کی دستوری حیثیت کے انکار کا حوالہ نقل کرنے سے قبل ہم یہ چاہتے ہیں کہ پرویزی اور اہلِ قرآن کا وہ فرق بتا دیں جس کو ملحوظ نہ رکھتے ہوئے عام پڑھا لکھا طبقہ یہ دھوکا کھا جاتا ہے کہ شاید پرویز صاحب بھی اہلِ قرآن ہیں (حالانکہ پرویز صاحب اور "طلوعِ اسلام" اکثر و بیشتر اہلِ قرآن اور ان کے فرقوں

کا رد کرتے رہتے ہیں) چنانچہ اہلِ قرآن اور ان کی فرقے بازی کا اہم سبب تو سنتِ رسول میں اوہام و شبہات ہیں۔ لیکن پرویز صاحب اپنے اشتراکی الحاد کے لیے سنّت کو بہت بڑا مانع سمجھ کر نہ صرف اس کے خلاف دشنام طرازی کرتے ہیں بلکہ سیرت و تاریخ کو عجمی سازش قرار دیتے اور ائمہ دین کے خلاف بغاوت کا اعلان بھی کرتے ہیں۔

—— اہلِ قرآن اگرچہ قرآنِ مجید کے پیامبر اور اس کا ابدی نقشہ پیش کرنے والے (یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے بغیر اپنے ناقص قرآنی فہم کو اتھارٹی قرار دیتے ہیں، تاہم وہ شریعت و قانون کے قرآنِ مجید میں وجود کا انکار نہیں کرتے۔ جبکہ پرویز صاحب نہ صرف قرآنِ مجید کو دستورِ اسلام نہیں مانتے بلکہ حکومت کی طرف سے دستور و قانون وضع کرتے وقت قرآنِ مجید کی ضرورت و احتیاج کے بھی قائل نہیں یعنی وہ قرآن کے نام پر قائم ہونے والی ہر حکومت کے سربراہ کو "مرکزِ ملت" —— جو ان کے نزدیک خدا اور رسول کے قائم مقام ہوتے ہیں —— کہہ کر آخری اسلامی اتھارٹی قرار دیتے ہیں اور فریب دہی کے لیے اس کا نام قرآنی نظام رکھتے اور اس کے وضع کردہ دستور و قانون کو "شریعت" کہتے ہیں۔ حالانکہ "مرکزِ ملت" کا لفظ پورے قرآنِ مجید میں سرے سے موجود ہی نہیں ہے۔

چنانچہ "معراجِ انسانیت" کے صفحہ ۶۲۵، ۶۲۶ پر مسٹر پرویز "أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ" —— الآیۃ کے تحت لکھتے ہیں:

"اس آیتِ مقدسہ کا مفہوم بالکل واضح ہے۔ اس میں اللہ اور رسول سے مراد ہی مرکزِ ملت ہے اور اولی الامر سے مفہوم افسرانِ ماتحت۔ اس سے مطلب یہ ہے کہ اگر کسی مقامی افسر سے کسی معاملہ میں اختلاف ہو جائے تو بجائے اس کے کہ وہیں مناقشات شروع کر دو، امرِ متنازع فیہ کو مرکزی حکومت کے سامنے پیش کر دو، اسے مرکزی حکومت کی طرف (REFER) کر دو۔ مرکز کا فیصلہ سب کے لیے واجب التسلیم ہو گا۔ یعنی اس نظام میں مقامی افسروں کے فیصلوں کے خلاف عدالتِ عالیہ میں مرافعہ (اپیل) کی گنجائش باقی رکھی گئی ہے۔" (بحوالہ "ترجمان الحدیث" دسمبر ۸۰ء)

—— جبکہ قرآنِ مجید "مرکزِ ملت" کے نام پر کتاب و سنّت کے باغی حکام کو دستور و شریعت سے کھیلنے کی بجائے "ملّتِ رسُول" کی اتباع کا حکم دیتا ہے جو سنّتِ رسُول سے تشکیل پاتی ہے۔ لیکن جس کا مقام پرویز صاحب کی نظروں میں مندرجہ ذیل ہے:

"قرآن ایک ضابطۂ حیات تھا، جسے پڑھا اس لیے جاتا تھا کہ اسے سمجھا جائے، اور سمجھنا اس لیے ضروری تھا کہ اس کے مطابق زندگی بسر کی جائے۔ مذہب نے یہ سکھایا کہ اس کا سمجھنا ضروری نہیں۔ اسے بلا سمجھے پڑھنے سے ایک ایک حرف کے بدلے دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے۔ یعنی الٓمٓ (کے تین حروف ہیں۔ اس کے پڑھنے سے) تیس نیکیوں کا ثواب مل جاتا ہے۔!"

یہاں جس مذہب کو مسٹر پرویز طنز و تعریض کا نشانہ بنا رہے ہیں، کیا وہ سنّتِ رسول ہی نہیں؟ —— پھر یہ بھی ایک فریب ہے کہ "مذہب نے یہ سکھایا کہ اس کا سمجھنا ضروری نہیں!" —— اور "اس کے بلا سمجھے پڑھنے سے ایک ایک حرف کے بدلے دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے!" —— بلکہ معلّمِ کتاب و حکمت (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے جہاں قرآنِ مجید کے ایک ایک حرف کے بدلے دس نیکیوں کی خوشخبری سنائی ہے وہاں سنّتِ رسول کی شکل میں ہر آیت و سورہ کے معنیٰ و مطالب بھی متعین ہو گئے ہیں اور یہ سرمایہ آج بھی امتِ مسلمہ کے پاس محفوظ ہے، لیکن جس کی اہمیت کو مسٹر پرویز نے اتنے گھناؤنے انداز سے ذکر کیا ہے، اور جس سے بغاوت ہی نے مسٹر پرویز کے بیان کردہ قرآنی مفہوم و مطالب کو ایک ایسا چیستان بنا کے رکھ دیا ہے جس کی تصویر ہم آئندہ صفحات میں پیش کرنے والے ہیں!"

—— اس کے بعد وہ لکھتے ہیں:

"یوں تو اسے سارا سال اسی طرح پڑھا جاتا ہے لیکن رمضان شریف میں یہ (تلاوت) اپنے نقطۂ عروج پر پہنچ جاتی ہے ..... اس کے ثواب کی اس قدر داستانیں دہرائی جاتی ہیں کہ لوگ ساری ساری رات اسے کھڑے ہو کر سنتے ہیں اور بار بار سنتے ہیں ..... اس کی اسی اہمیت کا نتیجہ ہے کہ ملک میں ناظرہ قرآن پڑھانے والے مکتب، حفظ کرانے والے

مدرسے — قرأتیں سکھانے والے دارالعلوم ہر سال کثرت سے کھلتے ہیں۔ پہلے یہ کچھ خال خال ہوتا تھا اب اس تکرار و اصرار سے ہوتا ہے کہ قوم جذبات کے سمندر میں غرق رہتی ہے اور اس طرح ؎

مست رکھو ذکر و فکرِ صبح گاہی میں اسے
پختہ تر کر دو مزاجِ خانقاہی میں اسے

کے پروگرام پر پورا پورا عمل ہوتا ہے!"

اس اقتباس سے یہ امر بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ مسٹر پرویز سنّت کے علاوہ قرآنِ مجید کے الفاظ کی قانونی حیثیت کے بھی قائل نہیں۔ اسی وجہ سے تلاوتِ قرآن کا مذاق اڑاتے ہیں اور قراءت و تجوید کے مدرسوں کو لایعنی قرار دیتے ہیں —— ورنہ کسی مملکت کا دستور ایک مقدس دستاویز ہوتی ہے، اگرچہ وہ انسانوں کا بنایا ہوا ہو۔ لیکن مسلمانوں کا دستور قرآنِ مجید اللہ رب العزت کا وہ پاک کلام ہے جس کے تقدس کو بیان کرنا کسی انسان کی طاقت سے بالا ہے۔ پس ضروری ہے کہ جو انسان اسے اپنا دستورِ حیات قرار دیتا ہے وہ اس کے تقدس کو بہر حال عزیز رکھے جبکہ مذکورہ بالا عبارت میں یہ تقدس عزیز رکھنا تو در کنار، اس کا جس باغیانہ انداز میں مذاق اڑایا گیا ہے اس پر ہم کسی تبصرہ کی ضرورت محسوس نہیں کرتے —— ہاں اہلِ دل کو یہ توجہ دلانا ضروری سمجھتے ہیں کہ کیا یہ الفاظ اس شخص کے ہو سکتے ہیں جو قرآنِ مجید کو اپنا دستور مانتا اور دن رات اس کے پرچار کا پروپیگنڈا کرتا ہو؟ —— افسوس کہ اس "مفسّرِ قرآن کو" وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا" کے الفاظ قرآنِ مجید میں نظر نہیں آئے حتیٰ کہ اس نے قرأتیں سکھانے والے دار العلوموں کو "قوم کے جذبات میں غرق رہنے" کا ذریعہ قرار دے دیا ہے —— "قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ، قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ!"

"طلوعِ اسلام" نے ہمارا یہ فقرہ نقل کر کے کہ "آج سے ہم قرآن کو اپنا دستور ماننے کا اعلان کرتے ہیں" لکھا ہے کہ "یہی بات طلوعِ اسلام کہتا ہے!" —— ذیل میں ہم اس صریح کذب کی پردہ دری کرتے ہیں۔

مندرجہ بالا سطور میں آپ یہ تو ملاحظہ فرما چکے کہ مسٹر پرویز قرآنِ مجید کے الفاظ کی قانونی حیثیت کے قائل نہیں، ورنہ انہیں اس تمسخر و استہزاء کی جرأت نہ ہوتی۔ اب دیکھیے کہ معناً بھی ان کی نظروں میں قرآن مجید خود دستور نہیں ہے ——— واضح رہے کہ "محدث" کے مذکورہ مضمون میں ہم نے قرآنِ مجید کی دستوری حیثیت کا ذکر کرتے ہوئے اس کی موجودگی میں دستور سازی کی جملہ دیگر کوششوں کا رد بھی کیا تھا ——— اور قرآنی حکم " وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُوْنَ " کی روشنی میں خود قرآنِ مجید کو دستورِ مملکت بھی قرار دیا تھا ——— جبکہ " طلوعِ اسلام " قرآنِ مجید کی موجودگی میں دستور سازی پر خصوصی زور ہی نہیں دیتا بلکہ اس سلسلہ کی چند فضول کوششوں کا ذکر بھی وہ فخریہ انداز میں کرتا ہے ——— ملاحظہ ہو:

۱۔ " آئین سازی کا کام تو مجلسِ دستور ساز کا تھا اور ہے ..... نومبر ۵۲ء میں " قرآنی دستورِ پاکستان " کے نام سے پہلا کتابچہ شائع کیا گیا، جو اس وقت تک آئین سازی کے سلسلہ میں اصولی راہنمائی کا کام دیتا ہے! "

(شمارہ ستمبر ۸۲ء ص ۱۹)

۲۔ " ہم نے دو مبسوط پمفلٹ شائع کیے۔ جن میں سے ایک کا عنوان تھا " اسلامی آئین کے بنیادی اصول " اور دوسرے کا " اسلامی مملکت میں قانونِ شریعت کس طرح مرتب ہوگا؟ " "

(حوالہ مذکور)

اس سلسلہ میں مزید بھی کئی حوالے نقل کیے جا سکتے ہیں۔ تاہم اختصار کے پیشِ نظر ہم انہی پر اکتفاء کرتے ہیں جن سے یہ امر ظاہر و باہر ہے کہ " طلوعِ اسلام " کی نظر میں قرآنِ مجید کی موجودگی کے باوجود دستور سازی کی صرف گنجائش ہی نہیں بلکہ وہ حکومت کے وضع کردہ اس دستور و قانون کو ہی قانونِ شریعت اور آئینِ اسلام قرار دیتا ہے ——— جس کا ذکر عنقریب آ رہا ہے ——— جبکہ ہمارا موقف اس کے برعکس تھا ——— کیا اب بھی طلوعِ اسلام کو یہ اصرار ہے کہ:

" یہی بات طلوعِ اسلام کہتا ہے ...... ! "

——— آخر " طلوعِ اسلام " صداقت و دیانت کے پیچھے لٹھ لئے کیوں پھرتا ہے، مذہب کا تو خیر وہ قائل نہیں لیکن کیا اس کے دین نے اسے یہی سکھایا ہے؟

اب ہم پرویزی کلام سے قرآنِ مجید کی دستوری حیثیت سے متعلق وہ حوالے نقل کرنا چاہتے ہیں جو ہمارے اس دعوائے پر مہرِ تصدیق ثبت کرتے ہیں کہ پرویز صاحب نہ تو قرآنِ کریم میں شریعتِ محمدیہ کا وجود تسلیم کرتے ہیں اور نہ ہی اسے تکمیلِ شریعت کا ذریعہ قرار دیتے ہیں ——— "طلوعِ اسلام" ستمبر ۸۳ء کی اشاعت کے صفحہ ۱۸ پر "قرآنی آئینِ مملکت کے بنیادی اصول" کے تحت یوں مرقوم ہے:

۱۔ "قرآنِ کریم اسلامی مملکت کے دستور کی جزئیات بھی خود متعین نہیں کرتا۔ وہ صرف اصول دیتا ہے اور اسے امت کی مشاورت پر چھوڑتا ہے کہ وہ ان حدود کے اندر رہتے ہوئے اپنے زمانے کے حالات کے مطابق جزئیات خود متعین کرے۔ قرآن کے اصول ہمیشہ کے لیے غیر متبدل رہیں گے لیکن ان کی جزئیات قابلِ تغیر و تبدل ہوں گی ——— اس لیے کسی دور کے لیے کسی سابقہ دور کی جزئیات کی پابندی لازمی نہیں ہوگی!"

اس اقتباس میں ہمارے اس مذکورہ بالا دعوی کہ ——— "طلوعِ اسلام حکومت کے وضع کردہ دستور و قانون کو قانونِ شریعت اور آئینِ اسلام قرار دیتا ہے"[1] ——— کا ثبوت موجود ہونے کے علاوہ ایک نکتہ یہ بھی قابلِ غور ہے کہ "طلوعِ اسلام"، کی نظر میں جب قرآنِ کریم اسلامی دستور کی جزئیات خود متعین نہیں کرتا بلکہ اسے امت کی مشاورت پر چھوڑ دیتا ہے ——— نیز یہ جزئیات قابلِ تغیر و تبدل ہوں گی اور کسی دور کے لیے کسی سابقہ دور (بشمول دورِ رسالت) کی پابندی بھی لازمی نہیں ہوگی تو امت کا کام طلوعِ اسلام کی نظر میں یہی رہ جائے گا کہ وہ شب و روز جزئیات کی تعیین میں لگی رہے گی جو متعین تو آئے دن بدلتی رہتی ہیں، آخر یہ سلسلہ کبھی ختم بھی ہوگا یا نہیں؟ ——— مسٹر پرویز نے علماءِ اسلام کو ایک یہ طعنہ بھی دیا ہے کہ:

"روس، چین، جاپان، یورپ اور امریکہ کے ممالک، حتیٰ کہ ہندوستان؛ جب انہوں نے مذہب کی قبا اتار پھینکی یا اسے پرستش گاہوں کی چار دیواری میں محصور کردیا تو چاند تک پہنچ گئیں۔ اور ہمارے مقدسین بند کمرے میں بیٹھ کر رویتِ ہلال کے فیصلے کرتے رہتے ہیں!"

(طلوعِ اسلام صہ ۱۳ اگست ۸۳ء)

[1] اسی سلسلہ میں مسٹر پرویز کے اپنے انتہائی واضح الفاظ آئندہ صفحات پر ملاحظہ ہوں!

محترم، مقدسین اگر بند کمرے میں بیٹھ کر رؤیتِ ہلال کے فیصلے کرتے رہتے ہیں، تو آپ کی امت اسی بند کمرے میں بیٹھ کر جزئیات متعین کرتی رہے گی۔ پھر چاند پر کون پہنچے گا؟ —— ویسے بھی "طلوعِ اسلام" کی معلومات ناقص ہیں۔ چاند پر ابھی تک صرف امریکہ اور رُوس پہنچے ہیں —— اور ہاں "ممالک" مذکر ہے مؤنث نہیں!

—— الغرض یہی بات تو ہم ان لوگوں کو سمجھا رہے تھے، جو قرآنِ مجید کی موجودگی میں دستور سازی کی ضرورت پر زور دیتے ہیں، کہ قرآنِ مجید کو اس کی واحد متعین تعبیر، سنتِ رسول اللہ کی موجودگی میں دستور قرار دینے سے اس دردسری سے نجات مل جائے گی، لیکن "طلوعِ اسلام" نے خواہ مخواہ پھٹے میں ٹانگ اڑا دی —— اگر صورتِ حال یہی ہے تو اس نت نئے طلوع ہونے والے اسلام کو "یہی بات" (کہ قرآن ہمارا دستور ہے) "کہنے" کی ضرورت بھی کیا تھی؟ —— کیا اس کا واضح مطلب یہی نہیں کہ جو بات ہم دُوسروں کو سمجھا رہے تھے، "طلوعِ اسلام" نے خود اس کا مطالبہ کیا ہے کہ اسے بھی یہی بات سمجھائی جائے؟ لہٰذا "طلوعِ اسلام" اگر خود اس ہدف کا نشانہ بننے کے لیے بیتاب ہے تو ہمارے نعرہ "قرآن ہمارا دستور ہے" کو اس نے اپنے پرویزی فکر کی تائید میں کیونکر شمار کر لیا ہے؟

خیر یہ تو ایک ضمنی گوشہ تھا۔ "قرآنی آئینِ مملکت کے بنیادی اصول" کے سلسلہ میں مذکورہ بالا معلومات مہیا کرنے کے علاوہ "طلوعِ اسلام" نے دُوسرا اصول یہ بیان فرمایا ہے کہ:

۲۔ دین میں مملکت، قرآن کریم کی چار دیواری کے اندر رہتے ہوئے، امت کے مشورہ سے جزئی قوانین خود مرتب کرتی ہے (انہی کو قوانینِ شریعت کہا جاتا ہے[۱]) اسی لیے اسے شریعت کا حکم معلوم کرنے کی نہ ضرورت پیش آتی ہے نہ کسی کی احتیاج ہوتی ہے۔ یہ وجہ ہے جو دین کی حکومت میں مذہبی پیشوائیت کا وجود ہی نہیں ہوتا۔ لیکن مذہب میں

---

[۱] واضح رہے کہ "(انہی کو قوانینِ شریعت کہا جاتا ہے)" فقرہ کو بریکٹ میں خود طلوعِ اسلام نے لکھا ہے۔ اس سے یہ شبہ نہ ہونا چاہیے کہ بریکٹ کے اندر یہ عبارت ہماری اپنی ہے۔

مملکت کی مذہبی پیشوائیت سے پوچھنا پڑتا ہے کہ معاملہ زیرِ نظر میں شریعت کا فیصلہ کیا ہے؟" (طلوعِ اسلام اگست ۸۳ء، ص ۶)

اس عبارت کو بغور پڑھیے، شریعت تو خود قرآنِ کریم ہے —— اور یہی قرآن مجید کو دستور ماننے کا تقاضا بھی ہے۔ لیکن پرویزی دین کو نہ شریعت کا حکم معلوم کرنے کی ضرورت ہے نہ اس کی احتیاج! —— اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ پرویزی دین کو اس شریعت (قرآنِ کریم) سے کچھ سروکار ہی نہیں۔ یعنی نہ وہ قرآنِ مجید کو شریعت سمجھتا ہے نہ ہی اسے ماخذِ شریعت قرار دیتا ہے!

اور جہاں تک "طلوعِ اسلام" کے پہلے جملے —— "دین میں مملکت، قرآنِ کریم کی چار دیواری کے اندر رہتے ہوئے، امت کے مشورہ سے جزئی قوانین خود مرتب کرتی ہے (انہی کو قوانینِ شریعت کہا جاتا ہے)" کا تعلق ہے —— تو اس پر ہم دو پہلوؤں سے گفتگو کریں گے:

اس کا ایک پہلو تو یہ ہے کہ اسلام میں دستور سازی کے قائلین حضرات، جن سے ہم مخاطب تھے، سبھی اس بات کے قائل ہیں کہ یہ دستور سازی قرآنِ کریم کی چار دیواری کے اندر رہ کر ہوگی۔ انہی کی ہم نے تردید کی تھی کہ اسلام میں دستور سازی کی کوئی گنجائش ہی نہیں۔ کیونکہ دستوری حیثیت لفظاً کتاب اللہ کو حاصل ہے اور معنیً سنتِ رسول اللہ کو! —— تو پھر "طلوعِ اسلام" نے ہمیں یہ نئی "خوشخبری" کیا سنائی ہے کہ "یہی بات طلوعِ اسلام کہتا ہے" (جو محدث نے لکھی ہے) جبکہ اس کا نظریہ بھی اس حد تک وہی ہے جو ہمارے مخاطبین کا تھا؟

اور اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ مذکورہ اقتباس کے اس پہلے جملے کو ہم "طلوعِ اسلام" کے مندرجہ بالا "آئین کے بنیادی اصول" (ص ۱) پر پیش کرنا چاہتے ہیں، جس میں اس نے لکھا ہے کہ:

"قرآنِ کریم اسلامی مملکت کے دستور کی جزئیات بھی خود متعین نہیں کرتا۔ وہ صرف اصول دیتا ہے!"

اب ان ہر دو اصولوں کو یکجا کر کے دیکھیے، نتیجہ کیا نکلتا ہے؟ —— ایک اصول تو یہ ہے کہ "وہ جزئی قوانین، جو مملکت مرتب کرتی ہے انہیں قوانینِ شریعت کہا جاتا ہے"۔

اور دوسرا اصول یہ ہے کہ "یہ جزئیات (جو شریعت کا درجہ رکھتی ہیں) قرآنِ کریم خود متعین ہی نہیں کرتا"۔ تو اس کا واضح منطقی نتیجہ کیا یہی نہیں کہ "طلوعِ اسلام" کے نزدیک قرآنِ کریم میں شریعت کا وجود نہیں ہے؟ ——— گویا جزئیات ہی شریعت ہیں اور یہ جزئیات ہی قرآنِ کریم میں موجود نہیں ——— لہٰذا شریعت کا وجود قرآنِ کریم کے اندر نہیں ہے!

علاوہ ازیں "شاہکارِ رسالت" کے صفحہ ۱۳ پر مسٹر پرویز بطورِ عنوان لکھتے ہیں:

"قرآنی اصولوں کی چار دیواری کے اندر رہتے ہوئے جزئیات کا تعین امت کے باہمی مشورہ سے ہوگا۔ یہ فیصلے مرکز کی طرف سے قوانین کی شکل میں نافذ ہوں گے۔ انہی کو شریعت کہا جائے گا!"

نیز "معراجِ انسانیت" کے صفحہ ۳۳۱ پر یوں ارشاد ہوا ہے:

"وہ (مرکزِ ملت) ان نظائر کو سامنے رکھ کر ایسے جزئی احکام وضع کرے گا جو اس کے زمانہ کے تقاضوں پر منطبق ہو سکیں۔ اب یہی "شریعتِ اسلامیہ" اور مسلکِ ملت ہوگا جس سے انحراف جہنم میں لے جائے گا!"

اب ان اقتباسات کو دوبارہ اسی اصول ۱ کی روشنی میں دیکھیے کہ:

"قرآنِ کریم اسلامی مملکت کے دستور کی جزئیات بھی خود متعین نہیں کرتا وہ صرف اصول دیتا ہے!"

تو اس کا نتیجہ بھی دو + دو = چار کی مانند واضح ہے کہ پرویز صاحب کی نظر میں قرآنِ کریم میں شریعت کا وجود نہیں، کیونکہ یہ تمام جزئیات جو "قوانینِ شریعت"، اور "شریعتِ اسلامیہ" بھی کہلاتی ہیں، خود ان کے مطابق قرآنِ کریم متعین ہی نہیں کرتا!

قارئینِ کرام، ہم نے ابتداء میں لکھا تھا کہ پرویز صاحب قرآنِ مجید میں شریعتِ محمدیہ کا وجود تسلیم نہیں کرتے اور ان کے آرگن "طلوعِ اسلام" نیز ان کی تصنیفات "معراجِ انسانیت" اور "شاہکارِ رسالت" وغیرہ سب نے ببانگِ دہل یہ اعلان کیا ہے کہ ہمارا یہ دعویٰ مبنی بر صداقت ہے ——— تو پھر وہ یہی بات "کہ "قرآن ہمارا دستور ہے"! کس منہ سے کہتے ہیں؟

بات اگرچہ واضح ہے تاہم اتمامِ حجت کی خاطر ہم محترم پرویز صاحب کے اس

ارشادِ عالیہ کا نوٹس بھی لینا چاہتے ہیں کہ :

"وُہ (قرآن کریم) صرف اصول دیتا ہے!"

تاکہ ان کے دل میں کوئی حسرت باقی نہ رہے۔ اور وُہ یہ نہ کہہ سکیں کہ ہم نے اصولوں کی بات بھی کی ہے، جسے نظر انداز کر دیا گیا ہے۔

سوال یہ ہے کہ جزئی قوانین جو مملکت خود مرتب کرتی ہے نہ کہ قرآنِ کریم! اگر وہی قوانینِ شریعت ہیں تو ان اصولوں کی انہیں ضرورت بھی باقی کیا رہ جاتی ہے؟ ــــ کیا یہ ضرورت صرف حاملینِ قرآن کو دھوکا دینے اور قرآن کے نام پر انہیں گمراہ کرنے تک ہی محدود نہیں؟ ــــ جس کا ایک واضح ثبوت یہ بھی ہے کہ "شاہکار رسالت" کے صفحہ ۴۱ پر مسٹر پرویز نے ایک عنوان یوں جمایا ہے کہ :

"قرآن کریم کے (بعض) صریح احکام کی شرائط و تضمنات بھی اسلامی حکومت مقرر کرے گی!"

یعنی احکام کی جزئیات تو پہلے ہی مملکت کے حوالے کی جا چکی ہیں، اب صریح احکام کی شرائط و تضمنات کی تعیین بھی اسلامی حکومت کے سپرد کر دی گئی ہے ــــ وہی اسلامی حکومت، جسے آپ ہی کے بقول "نہ شریعت کا حکم معلوم کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے نہ کسی کی احتیاج ہوتی ہے" ــــ لہٰذا جب اسے شریعت (قرآنِ کریم) کو کھول کر دیکھنے کی بھی ضرورت نہیں تو وُہ قرآنِ کریم کے ان اصولوں کی تعیین کیا کرے گی؟ ــــ اور ان کی چار دیواری کے اندر رہتے ہوئے ان کی جزئیات کیا مرتب کرے گی؟ ــــ آہ، بیچارے اصول! مسٹر پرویز کا ایک واویلا یہ بھی ہے کہ :

"قرآنی اصول غیر متبدّل رہتے ہیں اور حکومت کی متعین کردہ جزئیات بدلی جا سکتی ہیں!" (شاہکار رسالت ص۲۱۳)

محترم، جب اصولوں سے آپ کو سروکار ہی نہیں تو یہ غیر متبدل رہیں یا آپ کی پرویزی شریعت کی طرح یہ آئے دن بدلتے رہیں، آپ کو ان سے مطلب؟ کیونکہ شریعت کا کام تو آپ نے جزئیات سے چلا لیا ہے ــــ وہی جزئیات جو مملکت مرتب کرے گی ــــ وہی جزئیات جو کسی سابقہ دور (دورِ محمدی) کی وضع کردہ جزئیات کی پابند بھی نہ ہوں گی ــــ اور وہی جزئیات جن کو مرتب کرتے وقت

شریعت کا حکم معلوم کرنے کی بھی ضرورت نہیں! ــــــ تو پھر ماہر القادری مرحوم کی زبان میں قرآن کی یہ فریاد آپ کے جگر کے آر پار کیوں نہیں ہو جاتی ہے

یہ مجھ سے عقیدت کے دعوے قانون پہ راضی غیروں کے
یوں بھی مجھے رسوا کرتے ہیں ایسے بھی ستایا جاتا ہوں

ــــــ رہی ہماری یہ بات کہ پرویزی شریعت متبدّل ہے، تو یہ بات ہماری طرف سے نہیں، مسٹر پرویز کا نظریہ ہے کیونکہ جزئیات ان کے نزدیک قوانینِ شریعت ہیں اور یہ بھی انہی کا ارشادِ گرامی ہے کہ:

"حکومت کی متعین کردہ جزئیات بدلی جا سکتی ہیں!"

لہٰذا ان کی شریعت ہر دم متغیر ہے۔ لیکن ہم جسے شریعت قرار دیتے ہیں، وُہ قرآنِ کریم ہے، جو ابدی اور تا قیامت غیر متبدّل ہے۔ پس پرویزی شریعت کو قرآنِ کریم سے کوئی تعلق ہی نہیں ــــــ تجا "طلوعِ اسلام"، کا یہ دعوی کہ:

"یہی بات طلوعِ اسلام کہتا ہے ......!"

اور:

"طلوعِ اسلام جو کچھ کہتا ہے، اس پر قائم رہتا ہے ــــــ لیکن یہ حضرات ــــــ؟ محدث نام ہی بتا رہا ہے کہ یہ قرآنِ خالص کے کس قدر پابند ہیں!"

ــــــ جب آپ کی شریعت، آپ کا مرکزِ ملت، حتیٰ کہ آپ کا اللہ اور رسول بھی (کیونکہ آپ کے نزدیک اللہ اور رسول سے مراد مرکزِ ملت ہے) ہر نام نہاد قرآنی حکومت کے بدلنے کے ساتھ ساتھ بدلتے رہیں گے، تو جو کچھ آپ فرماتے ہیں، اس پر آپ کے قائم رہنے کی کیا حیثیت ہے؟ ــــــ اور جہاں تک ہمارا تعلق ہے، حدیث کا لفظ، حدیثِ رسول اللہ کے علاوہ قرآنِ مجید پر بھی خود قرآنِ کریم ہی میں استعمال ہوا ہے، جو لفظاً و معناً غیر متبدّل ہے۔ لہٰذا ہم اپنی بات پر قائم بھی ہیں اور قرآنِ خالص کے پابند بھی، کیونکہ ہم سنّت کو قرآن کا غیر نہیں مانتے بلکہ وُہ قرآن کی واحد تبیین و تعبیر ہے ــــــ ہاں آپ ذرا اپنے گھر کی خبر لیں، کہیں وہی صورتِ حال تو نہیں ہے

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے!

مسٹر پرویز "مرکزِ ملت" (مرکزی حکومت) کو آخری اسلامی اتھارٹی قرار دیتے ہیں، لیکن ذائقہ بدلنے کے لیے کبھی کبھی اسے بھی اس حیثیت سے گرا دیتے ہیں ـــ اور اگر انہی کے الفاظ استعمال کیے جائیں، جیسا کہ "شاہکارِ رسالت" کے صـ۲۶۳ پر وہ لکھتے ہیں کہ:

"اس نظام (کی مرکزی اتھارٹی) کی اطاعت 'خدا کی اطاعت کہلائے گی'!

تو یوں کہنا مناسب ہو گا کہ اس نظام میں کبھی کبھی خدا کی اطاعت سے دست کشی ہو جانے کی گنجائش بھی موجود ہے۔ کیونکہ "شاہکارِ رسالت" ہی کے صـ۲۰۰ پر وہ یوں فرما رہے ہیں کہ:

"جب حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ لوگ اپنی بیویوں کا حق مہر مقرر کرنے میں بڑی افراط سے کام لے رہے ہیں تو آپؓ نے ایک اجتماع میں اس کا ذکر کیا اور چاہا کہ مہر کی زیادہ سے زیادہ حد مقرر کر دی جائے، اس پر ایک کونے سے ایک عورت کی آواز آئی کہ یہ کیا؟ اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا ہے کہ وَاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْـًٔا۔ (۴/۲۰)

"اور تم نے بیویوں میں سے کسی کو ڈھیروں مال بھی دیدیا ہو تو اس میں سے کچھ واپس نہ لو" حضرت عمرؓ یہ سن کر بول اٹھے کہ عورت نے سچ کہا ہے، عمرؓ غلطی پر تھا!"

دیکھیے، یہاں مرکزِ ملت نے یا انہی کے الفاظ میں "مرکزی اتھارٹی، جس کی اطاعت خدا کی اطاعت کہلاتی ہے" نے بھی گھٹنے ٹیک دیے ہیں ـــــ کیا قرآن کے سامنے؟ نہیں یہ تو ہمارا دعوٰی ہے کہ حضرت عمرؓ نے قرآنِ مجید کی آیت سن کر اپنے ارادے کو ترک فرما دیا، اور جس سے ہم نے قرآنِ مجید کی دستوری حیثیت پر استدلال کیا تھا ـــــ لیکن پرویز صاحب کی بات دوسری ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

"اگر یہ روایت صحیح ہے تو حضرت عمرؓ نے یہ بات اصولِ مساوات کی اہمیت اور قرآن کے مطابق کہنے کے سلسلہ میں لوگوں کی حوصلہ افزائی کے لیے کہی ہو گی، ورنہ قرآن کے اس حکم سے یہ لازم نہیں آتا کہ مہر پر کوئی پابندی عائد نہیں کی جا سکتی!" (حوالہ مذکور)

——— اب اگر پرویز صاحب کے نزدیک قرآنِ مجید کی یہ آیت اصول ہے، تو اس کا جو حشر انہوں نے کیا ہے، وُہ ان کے الفاظ ہی سے ظاہر ہے ——— اور اگر اس واقعہ کا تعلق جزئیات سے ہے تو جو مرکزی حکومت جزئیات کو متعین کرنے کا حق رکھتی ہے، وُہی مرکزی حکومت خود جزئیات کے سامنے سرنگوں بھی ہے ——— پھر آپ کی وُہ مرکزی اتھارٹی کیا ہوئی ؟

لیکن ٹھہریئے، مسٹر پرویز (یہاں) اصول یا جزئیات وغیرہ کا فیصلہ ایک دو سطور کے بعد خود ہی کر رہے ہیں۔ اس واقعہ سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"قرآن نے جس بات کو مطلق (بلا قیود و شرائط) چھوڑا ہے، اسلامی نظام مصالحِ امت کے پیشِ نظر اسے متقید کر سکتا ——— یعنی اس پر شرائط عائد کر سکتا ہے !" (حوالہ مذکور)

گویا ان کے نزدیک اس آیت کا تعلق ان احکامات سے ہے "جن کی شرائط اور تضمنات کی تعیین اسلامی حکومت کرے گی" ——— تو اس صورت میں گنگا الٹی بہہ رہی ہے کہ بجائے اس کے کہ یہ شرائط مرکزی حکومت متعین کرے۔ مرکزی حکومت خود ہی ان شرائط کے سامنے سرِ تسلیم خم کیے نظر آتی ہے !

——— رہا مسٹر پرویز کا یہ فرمان کہ "اگر یہ روایت صحیح ہے"۔ ——— تو یہ "اگر مگر" صریحًا دھوکا ہے۔ کیونکہ اس روایت کو انہوں نے "قرآن کے مطابق احکام" کے ذیلی عنوان کے تحت نقل کر کے اس سے یہی استدلال بھی کیا ہے (خط کشیدہ الفاظ ملاحظہ ہوں) واضح رہے کہ "شاہکارِ رسالت" کا موضوع حضرت عمرؓ کی شخصیت ہے اور اس واقعہ کو نقل کر کے مسٹر پرویز نے ایک اور استدلال بھی فرمایا ہے جس کو شرائط و تضمنات کے سلسلہ میں ہم نے اُوپر درج کیا ہے۔

اس کے بعد لکھتے ہیں :

"ہم کہہ یہ رہے تھے کہ خلافتِ فاروقی میں بھی اصلاً و اساسًا اطاعت احکامِ خداوندی ہی کی تھی !" (حوالہ مذکور)

——— عجیب چکر ہے، حضرت عمرؓ خود مرکزِ ملت بھی ہیں یا مسٹر پرویز ہی تھے

دوسرے الفاظ میں خود اللہ اور رسول بھی ہیں۔ اور یہ اللہ اور رسول، احکام خداوندی کی اطاعت بھی کر رہے ہیں ـــــ کبھی یہ جزئیات و شرائط خود مرتب و متعین کرنے لگتے ہیں اور کبھی ان کے سامنے سپر بھی ڈال دیتے ہیں، تو کہیں خدا خود ہی اپنے احکام کی اطاعت کر رہا ہے ـــــ دین و مذہب کی تفریق پر تو پرویز صاحب نے سینکڑوں صفحات سیاہ کر دیے ہیں، اب ان کی عافیت اسی میں ہے کہ "اللہ و رسولہ" اور "خداوندی احکام" کی تفریق کو ثابت کرنے کے لیے بھی عمر عزیز کے چند سال اور صرف کر دیں!

قارئین کرام، یہ ہے مسٹر پرویز کی قرآن دانی کا عالم ـــــ یہ وُہ "معزز و محترم" ہستی ہے جس نے:

"مفکرِ قرآن (کی حیثیت سے) چالیس سال کی محنتِ شاقہ سے، پہلے اس قسم کا ایک لغات مرتّب کیا اور اس کے بعد پورے قرآن کا مفہوم اسی انداز سے متعیّن کیا ـــــ جو مفہوم القرآن کے نام سے شائع ہو گیا ہے۔ قرآن فہمی کے سلسلہ میں اس کی مثال کہیں نہیں ملے گی"۔ اور جو "موتیوں کی طرح ترشے ہوئے نستعلیق بلاکس کے ذریعے عمدہ سفید دبیز کاغذ پر چھاپا گیا ہے!" (مفہوم القرآن کا اشتہار جو طلوع اسلام کے تقریباً ہر شمارہ میں شائع ہوتا ہے)

ـــــ پس، ہم گورنمنٹ آف پاکستان سے کیوں یہ سفارش نہ کریں کہ جو شخص قرآن مجید کو لفظاً، معنًا، شرعًا اور قانونًا دستور نہیں مانتا، اس کو مجرموں کے کٹہرے میں کھڑا کر کے اس پر مقدمہ چلایا جائے اور اسے قرارِ واقعی سزا دی جائے ـــــ اگر مشتاق راج "آفاقی اشتمالیت" کے ذریعے توہینِ رسالت کا مرتکب ہو کر قانون کے پھندے میں آ سکتا ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی، جس نے صرف ایک رسالت کا دعوٰی کر کے ختمِ نبوّت کے عقیدہ پر ضرب لگائی تھی، اور اس بنا پر اس کے تمام متبعین غیر مسلم اقلیت قرار دیے جا چکے ہیں۔ تو یہ "مرکزِ ملت" کے نام پر سینکڑوں، ہزاروں رسولوں کو جنم دینے کا داعی ہے، جو سنت پر طنز و تعریض کے تیر برساتا اور قرآن سے کھیلتا، بلکہ اسی سے استہزاء اور تمسخر اڑاتا ہے، اپنے انجام کو کیوں نہیں پہنچ سکتا! ؎ شاید کہ اتر جائے ترے دل میں مری بات! ـــــ

ـــــ وما علینا الا البلاغ!

اکرام اللہ ساجد